قسط ۔ ۳

حضرۃ علامہ مولانا شمس الحق افغانی

سیرتِ نبویؐ اور مستشرقین

وحی
جہاد
تحریمِ شراب
پر
اعتراضات کی حقیقت

وحی پر اعتراض | مستشرقین کا یہ کہنا کہ کیفیتِ وحی مرگی کی بیماری تھی، قطعاً نامعقول ہے بوجوہات ذیل کہ :

۱۔ صرع یا مرگی کی بیماری میں مرض کے دورے کے وقت جو واردات ہوتے ہیں مریض کو افاقہ کی حالت میں اسکا قطعاً علم نہیں ہوتا کہ اس پر کیا وارد ہوا۔ اور کس طرح وارد ہوا۔ اس حقیقت پر قدیم اطباء اور جدید ڈاکٹر متفق ہیں۔ جسکو محمد حسین ہیکل مصری نے حیاتِ محمد میں نقل کیا ہے۔ لیکن وحی نبوی کی حالت اس کے خلاف تھی۔ وحی کے دوران کے تمام الفاظ وحی زوالِ کیفیت وحی کے بعد آپکو یاد رہتے تھے اور وحی کی پوری کیفیت آپ کے حافظے میں ہوتی تھی۔ لہذا مرگی کا تخیل صرف الزام تراشی ہے۔

۲۔ دوم یہ کہ مرگی کیساتھ زمین پر گر پڑنا، منہ میں سے جھاگ آنا۔ انگلیوں کا سکڑ جانا لازمی ہے۔ لیکن یہاں ان میں سے کوئی چیز نہیں۔

۳۔ سوم یہ کہ وحی کی حالت میں جو پیغام آپ کو دیا گیا جس کا نام قرآن ہے، اور جسکی لفظی اور معنوی حیرت انگیز معجزانہ خوبیوں سے دنیا بھر کے حکماء اور عقلاء عاجز ہیں۔ اور جسکی اصلاحی تاثیر کا یہ عالم ہے۔ کہ بہت کم عرصہ میں اس نے عرب اور ماوراء عرب کے ان انسانوں کو جنکی زندگی سیاہ اور پر از معاصی تھی اور ناقابلِ اصلاح تھی ایسے درندہ صفت انسانوں کو حضرت نے ایسی پاکیزہ زندگی عطا کی کہ تاریخ انسانیت میں اسکی نظیر نہیں۔ وہ عبادتِ الٰہی خشیۃ اللہ اخلاق میں بے مثال حسنِ معاملات جہاں بانی جہاں داری، عدل و انصاف میں یکتا بن گئے۔ کیا کسی مرگی والے کی بات

میں بھی اس قسم کا اثر ممکن ہے۔

۴۔ چہارم یہ کہ نبوت کا زمانہ تیئس ۲۳ سال سے زیادہ ہے۔ اگر اتنی طویل مدت تک کوئی اس موذی مرض کا شکار ہو تو ضرور اس کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ لیکن پیغمبر اسلام علیہ السلام کی صحت کا یہ حال تھا کہ تریسٹھ سال کی عمر تک جسمانی اور دماغی قوت آپ کی بے نظیر تھی۔ اور سر اور ڈاڑھی مبارک دونوں میں بمشکل بیس بال سفید ہوئے ہوں گے۔ جو انتہائی صحت کی

۵۔ پنجم یہ کہ تیرہ سو سال بعد کے دشمنوں نے آپ کے متعلق یہ فرضی جھوٹ تراشا لیکن جو دشمن آپ کے زمانے میں موجود تھے اور آپ کی حالت کا دن رات مشاہدہ کرتے تھے جن میں مشرکین یہود اور نصاریٰ تھے، ان میں کسی ایک فرد نے بھی آپ کی ذات کی نسبت مرض مرگی کا الزام نہیں لگایا، حالانکہ ان دشمنوں کو اس الزام تراشی کی زیادہ ضرورت تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ باحیاء اور کسی قدر انسانی شرافت اور راست گوئی کی اہمیت کے قائل تھے۔ اور اہل استشراق اس سے محروم ہیں۔

جہاد پر مستشرقین کا اعتراض مستشرقین چونکہ مسیحی استعماری قوتوں کے ہراول دستے ہیں، جو مشنریوں کی طرح اسلامی ملکوں میں سامراجیت کے لئے راہ صاف کرتے ہیں اس راہ کی بڑی رکاوٹ ان کے نزدیک مسلمانوں کا جذبہ جہاد ہے، لہذا انہوں نے سارا زور قلم جہاد پر صرف کیا اور جہاد کو اسلام کی جبری اشاعت کا ذریعہ ٹھہرایا۔ اور اسکو فساد اور وحشیانہ عمل قرار دیا۔ حالانکہ یہ دونوں الزام مسلمانوں کے مذہبی مقدس کتاب قرآن حکیم کے خلاف ہے۔ خود قرآن کا حکم ہے۔ لا اکراہ فی الدین۔

اسلام کیلئے جبر اور فساد کا الزام دین اسلام کیلئے جبر اور اکراہ منع ہے۔ اس صریح اور واضح حکم کی موجودگی میں قرآن اور صاحب قرآن پر جبر کا الزام قطعاً غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید استعماری مستشرقین کے علاوہ گذشتہ دور میں یہ الزام یہود و نصاریٰ و مشرکین میں سے کسی نے بھی قرآن اور صاحب قرآن پر نہیں لگایا۔ اگر کسی مسلمان بادشاہ کا شاذ و نادر کوئی واقعہ ایسا گذرا ہو تو وہ قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ اور اس کے خلاف کوئی عمل سند نہیں۔ ابن جریر نے ابن عباس سے اس آیت کا سبب نزول یہ نقل کیا ہے۔ کہ حصین نامی انصاری کے دو بیٹے نصرانی تھے۔ اور باپ مسلمان تھا۔ باپ نے حضور علیہ السلام سے پوچھا کہ میں بیٹوں کو اسلام پر مجبور کر سکتا ہوں جس پر یہ آیت اتری جسمیں اسلام پر مجبور کرنے کی ممانعت

کی گئی۔ کیونکہ ایمان وہ معتبر ہے جو دل کے اختیار سے ہو۔ اور اخلاص پر مبنی ہو۔ جیسے لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔ پہلی آیت میں امتحان مقصود ہے کہ اللہ لوگوں پر یہ ظاہر کردے کہ دل اور بدن کے عمل میں اپنے اختیار سے کون اچھا ہے۔ اور دوسری آیت میں ہے کہ عبادت وہ مطلوب ہے جس میں اخلاص ہو اور اخلاص دل سے قبول کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی جہاد میں فوجی خدمات کے عوض معمولی جزیہ غیر مسلم ادا کرنے سے اپنے دین پر رہ کر اسلامی مملکت کے تمام حقوق شہریت حاصل کرسکتا ہے۔ جیسے حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون۔ یعنی اسوقت جنگ ختم ہوگی جب جزیہ دیکر تابعداری مملکت اسلامی اختیار کرے۔ تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۳۶ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی میں ہے کہ یہ آیت یعنی منع اکراہ اور قبول جزیہ اہل کتاب سے خاص نہیں بلکہ مشرکین کو بھی شامل ہے۔ اگرچہ نزول کا سبب واقعہ اہل الکتاب ہیں۔ فرماتے ہیں قلت تخصیص المورد لا یقتضی تخصیص النص وھو۔ عام سبب نزول و مورد کے خاص ہونے سے نص کی تخصیص نہیں ہوگی۔ بلکہ نص عام ہے۔ اسی طرح لا اکراہ کی آیت منسوخ بھی نہیں جیسے بعض کا خیال کہ یہ اقتلوا المشرکین کافۃ سے منسوخ ہے۔ صاحب مظہری کہتے ہیں نسخ کیلئے تعارض ضروری ہے۔ اور یہاں تعارض نہیں۔ کیونکہ قتال دین پر جبر کیلئے نہیں بلکہ دفع فساد کے لئے ہے۔

مقصد جہاد دین پر جبر نہیں رفع فساد ہے

جہاد کا مقصد خود قرآن نے بیان کیا الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر۔ اگر تم جہاد نہ کروگے تو خدا کی زمین میں بڑے فتنے اور فساد برپا ہوں گے۔ یعنی جہاد کا مقصد فتنہ اور فساد کو مٹانا ہے۔ لہذا مستشرقین کا خود جہاد کو فساد کہنا کس قدر غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفار کے جن افراد سے فتنے اور فساد کا قوی اندیشہ نہ ہو عین جنگ میں بھی اسلام نے ان کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ مثلاً نابالغ بچے، عورتیں، مشائخ یعنی بوڑھے اور رہبان عبادت گذار درویش، اندھے، لنگڑے۔ مظہری ج ۱ ص ۳۳۶

یہ تحقیقی جواب ہے کہ مذہب اسلام خود دین میں جبر کے خلاف ہے۔ اور جہاد فساد نہیں فساد کش عمل ہے۔ جیسے ایک مملکت کے باغی افراد بھی قتل و خونریزی کرتے ہیں۔ اور قانون عدل کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ لیکن قانون عدل کی محافظ فوج جو ان باغیوں سے لڑتی ہے۔ اسکی شکل بھی قتل کی ہے۔ لیکن باغیوں کا قتل فساد اور وحشیانہ عمل ہے اور قانون عدل کی محافظ فوج کا قتل ایک مقدس فعل ہے جو دفع فساد اقامت عدل و دفع ظلم کے لئے ہے۔ قرآن

نے صاف اعلان کیا کہ دین میں جبر نہیں اور سنت نبویؐ میں بھی یہ حکم دیا گیا ہے۔ جیسے ذکر ہوا۔ اس کے علاوہ قرآن نے مستشرقین کی غلط الزام تراشی کی تردید کے لئے بار بار اسکا اعلان کیا کہ شبہ نہ رہے۔ سورۂ کہف میں فرمایا:

۱۔ قل الحق من ربکم فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر۔ کہدے کہ یہ حق ہے تمہارے پروردگار کیطرف سے تو جو چاہئے قبول کرے جو چاہے انکار کرے سورۂ یونس میں فرمایا:

۲۔ ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلھم جمیعا افانت تکرہ الناس حتی تکونوا مومنین۔ اگر تیرا پروردگار چاہتا کہ لوگوں کو زبردستی مومن بنادے تو زمین کے سب لوگ ایمان لے آتے کیا اے پیغمبر تو لوگوں پر اس لئے زبردستی کریگا کہ وہ ایمان لے آئیں، سورۂ توبہ میں قرآن کا ارشاد ہے:

۳۔ وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللّٰہ ثم ابلغہ مأمنہ ذلک بانھم قوم لایعلمون۔ اگر لڑائی میں کوئی مشرک تجھ سے پناہ کا طالب ہو تو اسکو پناہ دے۔ یہاں تک کہ کلام اللہ سن لے۔ پھر اسکو وہاں پہنچا دے جہاں وہ بے خوف ہو۔ یہ اس لئے کہ یہ بے علم لوگ ہیں۔ اس میں یہ نہیں فرمایا کہ جب تک مسلمان نہ ہو تو اسکو پناہ نہ دو۔ بلکہ یہ فرمایا کہ پناہ دیکر بے خوف جگہ میں پہنچا دو تاکہ جو کلام اللہ اس نے سنا ہے۔ اس میں غور کرکے صحیح رائے قائم کرے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ خدا کے قرآن کا منشاء یہ ہے کہ ایمان کا محرک تلوار نہ ہو بلکہ پرامن حالت میں غور وخوض ہو ایسی بہت آیتیں ہیں لیکن مقصد کے لئے یہ کافی ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان واضح تصریحات کے باوجود مستشرقین کو یہ غلط فہمی کہاں سے پیدا ہوئی کہ انہوں نے یہ الزام لگایا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اکثر مستشرقین نے قصداً دیدہ دانستہ سیاسی مقصد برآری کیلئے ایسا کیا اور کچھ نے صاف اقرار کیا کہ اسلام صرف تبلیغ سے پھیلا ہے نہ جبر سے اور جبر کا ایک واقعہ بھی خیر القرون میں نہیں مل سکتا جیسے اسی مقصد کیلئے مسٹر آرنلڈ نے "دی پریچنگ آف اسلام" کتاب لکھی ہے۔ اور یہ دعویٰ اس نے پوری کتاب میں ثابت کیا کہ اسلام جہاں جہاں پھیلا تبلیغ کے اثر سے پھیلا۔ لیکن ایک گروہ غلط فہمی کا شکار ہوا جسکے اسباب غلطی حسب ذیل امور ہیں:۔

۱۔ دورِ اوّل میں عرب میں تبلیغی جماعتیں جہاں جاتی تھیں مسلح ہو کر جاتی تھیں۔ اس مسلح جانے سے ان خود غرض مستشرقین نے یہ سمجھا کہ یہ مسلح مبلغین تلوار کے زور سے تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسا قطعاً نہ تھا، بلکہ ایسے واقعات عرب کے ملک میں پیش آئے کہ وہاں کوئی منظم حکومت نہ تھی، مختلف قبائل عرب اپنے اپنے سرداروں کی قیادت میں الگ الگ ریاستیں قائم کر چکے تھے۔ لوٹ کھسوٹ انکا ذریعہ معاش تھا، راستے میں بھی ڈاکوؤں کا خطرہ رہتا تھا اس کے علاوہ مبلغین حضرات جو مختلف قبائل کے افراد ہوتے تھے وہ جن قبائل سے گذرتے تھے یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ مبلغین کے قبائل کے ساتھ ان کی عداوت ہو اور وہ ان سے انتقام لینے کا قصد کرے۔ ان سب کے علاوہ عرب کی عام عادت یہ تھی کہ حفاظت خود اختیاری کیلئے مسلح سفر کرتے تھے۔ لہٰذا اس اسلحہ بندی کو جبر دین سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اکثر اوقات مبلغین کی تعداد بہت کم ہوتی تھی۔ اور جس قبیلے میں مبلغین جاتے تھے، انکی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی اگر مقصود اسلام پہ مجبور کرنا ہوتا تو اس کے لئے مبلغین کی یہ قلیل تعداد کیونکر کافی ہو سکتی تھی۔

۲۔ غلط فہمی کی دوسری بڑی وجہ میدانِ جنگ کا وہ پیغام امن ہے جس سے خونریزی ٹل جائے اور امن اور مصالحت قائم ہو حضور علیہ السلام سردارانِ فوج کو یہ حکم دیتے تھے کہ جب تم مشرکوں اور دشمنوں سے مقابل ہو تو ان کو تین باتوں میں سے کسی ایک بات کے قبول کرنے کی دعوت دو۔ ان میں جو بات بھی وہ مان لے تو ان کی لڑائی سے رک جاؤ۔ اول اسلام کی دعوت دو اگر وہ قبول کرے تو پھر اس سے رک جاؤ پھر ان سے خواہش کرو کہ مسلمانوں کے ملک میں آجائے تو اس کا وہی حق ہوگا جو مسلمانوں کا ہے۔ اگر وہ نہ مانے تو اسکی حالت بدو مسلمانوں کی سی ہوگی۔ قانون ان پہ مسلمانوں کا جاری ہوگا۔ لیکن غنیمت اور میں اس کا حصہ نہ ہوگا جب تک وہ جہاد میں شرکت نہ کرے اگر اسلام قبول نہ کرے، اسکو جزیہ دیکر ذمی بننے کو کہدو اگر اسکو مان لے تو اس سے بھی رک جاؤ اگر وہ اسکو نہ مانے تو پھر خدا کی مدد مانگ کر لڑائی شروع کر دو۔ مسلم کتاب الجہاد والسیر۔ یہ میدانِ جنگ کی دعوت ہے اسلام پہ جبر سے اس کا تعلق نہیں۔ (باقی آئندہ)

اپنی تجارت کے فروغ کیلئے الحق میں اشتہار دیں